

الغزالی فورم کا ترجمان مجلہ

افکارِ قاسمی

شمارہ یکم جولائی تا ستمبر 2023

شائع کردہ

الغزالی فورم

qasmimag@gmail.com
www.algazali.org

بسم الله الرحمن الرحیم

قارئین کرام متوجہ ہوں!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ایک مکمل، باقاعدہ اور منفرد سہ ماہی مجلہ کی حیثیت سے یہ الغزالی فورم کے ترجمان "افکار قاسمی" کا شمارہ جولائی تا ستمبر 2023 قارئین کرام آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ ہم اس مقام تک پہنچنے پر اللہ سبحانہ وتعالی کے آگے سربسجود ہیں اور اپنے قارئین اور محبان کے بھی بے حد ممنون ہیں کہ انہوں نے ہمارے لیے یہ مرحلہ آسان کرنے میں مدد کی۔ ہم آپ کی تحاریر کے منتظر رہتے ہیں۔

- آپ ہمیں منتخب مضامین اور شعراء کا منتخب کلام بھی بھیج سکتے ہیں۔
- حمد ونعت اور فکاہیہ مضامین جو اخلاقی حدود میں رہ کر لکھے گئے ہوں/منتخب کیے گئے ہوں، بھی بھیجے جا سکتے ہیں۔
- دینی، علمی، کمپوز شدہ مضامین قابل قبول ہوں گے۔
- نزاعی اور اختلافی نیز سیاسی مضامین شائع نہ ہوں گے۔
- بعض قارئین اخبارات ورسائل سے تحریریں من وعن نقل کر کے اپنے نام سے ارسال کرتے ہیں ایسا ہرگز نہ کیجئے کیونکہ ایسی تحاریر شائع نہیں کی جاتیں۔
- مضمون نگاروں کی تمام آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
- اپنے قیمتی مضامین آپ ہمیں qasmimag@gmail.com پر ای میل کر سکتے ہیں۔ یا الغزالی اردو فورم ویب سائٹ www.algazali.org پر رجسٹر ہو کر افکار قاسمی مضامین سیکشن میں ارسال کر سکتے ہیں۔
- آپ کی تجاویز وآراء ہمارے لیے مہمیز ہیں۔ ہمارے ہر صفحے، ہر سلسلے، ہر مضمون پر کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیجیے۔ جو دل میں آئے، جو کہنا چاہیں، جو سمجھ میں آئے۔ کسی جھجک، لاگ لپیٹ کے بغیر، ہمیں لکھ بھیجیے۔ ہمیں انتظار رہے گا۔

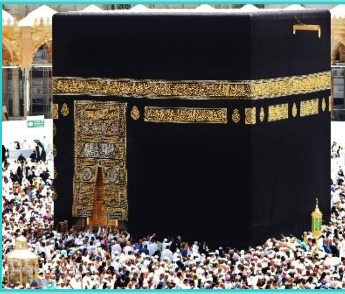
مدیر مجلہ افکار قاسمی

محمد داؤد الرحمن علی

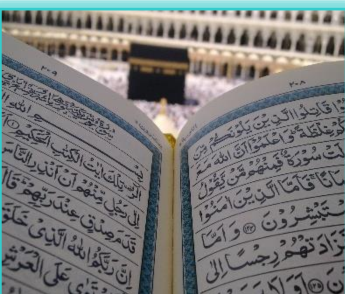


مجلہ افکار قاسمی شمارہ جولائی تا ستمبر 2023

افکارِ قاسمی اراکین







فہرست مضامین



اداریہ

(از قلم مدیر)

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

رمضان المبارک 2022 میں ایک دن صبح نماز کے بعد اپنے معمولات مکمل کر کے کچھ دیر آرام کی نیت سے بستر پر لیٹا۔کچھ وقت بعد ایک سریلی سی آواز نے جگایا۔جب دیکھا تو جگانے والے کوئی اور نہیں بڑے بھائی تھے۔جو ہمیں جگا کر فرمارہے تھے چلو جلدی کرو پاسپورٹ آفس میں رش بڑھ جائے گا۔پاسپورٹ اس لیے بنوانا تھا کہ بھائی جان کا سفر حج کا ارادہ تھا۔ہم سب خوش تھے بلکہ بھائی جان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا کہ امسال وہ سفر حج پر روانہ ہونگے۔کچھ وجوہات کی وجہ سے بھائی جان 2022 میں سفر کو روانہ نہ ہو سکے۔اور سال 2023 کی نیت کر لی کہ 2023 میں ضرور حج کروں گا۔

ان کے دل میں عجیب سے تڑپ تھی جب بھی حرمین کا ذکر آتا تو وہ ہمیشہ کہتے میں 2023 میں حج پر جاؤں گا۔بلکہ بعض اوقات یہاں تک فرمادیتے تھے کہ :''لکھ کر لے لو میں اس سال حج پر جاؤں گا۔''اور ہمہ وقت عشق حقیقی میں ڈوب کر کہتے کہ وہاں جا کر رب سے مانگو گا۔بیت اللہ دیکھوں گا،مزدلفہ، منی، عرفات میں جا کر رب سے مناجات کروں گا۔میرے قلم میں وہ سکت نہیں جس انداز میں وہ ان الفاظ کو دُہراتے اور مسکرا کر کہتے ''میں ان شاءاللہ اس سال حج کو جاؤں گا۔''

لیکن قدرت خداوندی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ سفر حرمین کی تیاری اور حج کی نیت کے ساتھ 26 نومبر 2022 کو میرے پیارے بھائی مولانا محمد حفظ الرحمن فاروقؒ اللہ کے حضور پیش ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی تمنا تھی 2023 میں رب کے گھر جانے کی لیکن رب نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

آج جب حجاج کرام کو ''لبیک اللھم لبیک'' کی صدائیں بلند کرتے ہوئے حرمین کی طرف جاتے دیکھتا ہوں تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ میرے بھائی سفر حرمین کو جا رہے ہیں۔ حالت احرام میں جب کسی کو مسکراتا دیکھتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں یہ یہی مسکراتا چہرہ ہے جس نے اس سفر کی نیت کی تھی۔

آپ تمام احباب سے گزارش کروں گا بھائی جان مولانا محمد حفظ الرحمن فاروقؒ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ بالخصوص ان احباب کی خدمت میں ضرور گزارش کروں گا جو سفر حج پر حرمین جا رہے ہیں یا پہنچ چکے ہیں کہ وہ بھائی جانؒ کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''مومن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے اور نہ لعنت کرنے والا، نہ وہ فحش گو ہوتا ہے اور نہ زبان دراز۔''

مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر: 4847



درس قرآن

(حضرت مولانا خادم حسین دامت برکاتہم العالی)

سورۃ الفاتحہ کے اختتام کے بعد سورۃ الفاتحہ میں جو جواہرات ہیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ جواہرات تین حصوں پر مشتمل ہونگے۔

جواہرات سورۃ الفاتحہ کا پہلا حصہ درج ذیل ذکر کیا جاتا ہے۔

۱)**الحمدُ لِلّٰہ**۔۔۔۔تمام صفات الوہیۃ ذاتِ باری میں منحصر ہیں۔

۲)**لِلّٰہِ**۔۔۔خالق کائنات صرف اللہ ہے، لفظ اللہ سے وصفِ مشہورہ خالق مراد ہے۔

۳)**ربِّ الْعٰلَمِیْنَ**۔۔۔تمام جہانوں کا پالنے والا یعنی رازقِ کائنات صرف اللہ ہے۔

۴)**اَلْعٰلَمِیْنَ**۔۔۔جہان بے شمار ہیں جن کا صحیح علم اللہ تعالی کو ہے۔

۵)**الرحمٰن الرَّحِیْمِ**۔۔۔رحمت کنندہ برکت دہندہ اور محسن صرف اللہ ہے۔

۶)**مالکِ یومِ الدّینِ**۔۔۔میدان محشر میں سب کا انصاف سے فیصلہ کرنے والا صرف اللہ ہے۔

۷)**اِیّاکَ نعبُدُ**۔۔۔ مستحق عبادت صرف اللہ ہے عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

۸)**وَاِیَّاکَ نَستَعین**۔۔۔ مستحق استعانت یعنی مدد مانگنے کے لائق صرف اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

۹)**اھدِنا الصّراط المستقیم**۔۔۔ قبولیت عبادت کے لئے صراطِ مستقیم جو اتباعِ رسول سے حاصل ہوتی ہے شرط ہے، تعلیم سوال کہ صراط مستقیم عظیم اعلیٰ اور ابقیٰ نعمت ہے وہ مانگو۔

قرآن مجید میں "مستقیم والی آیات"

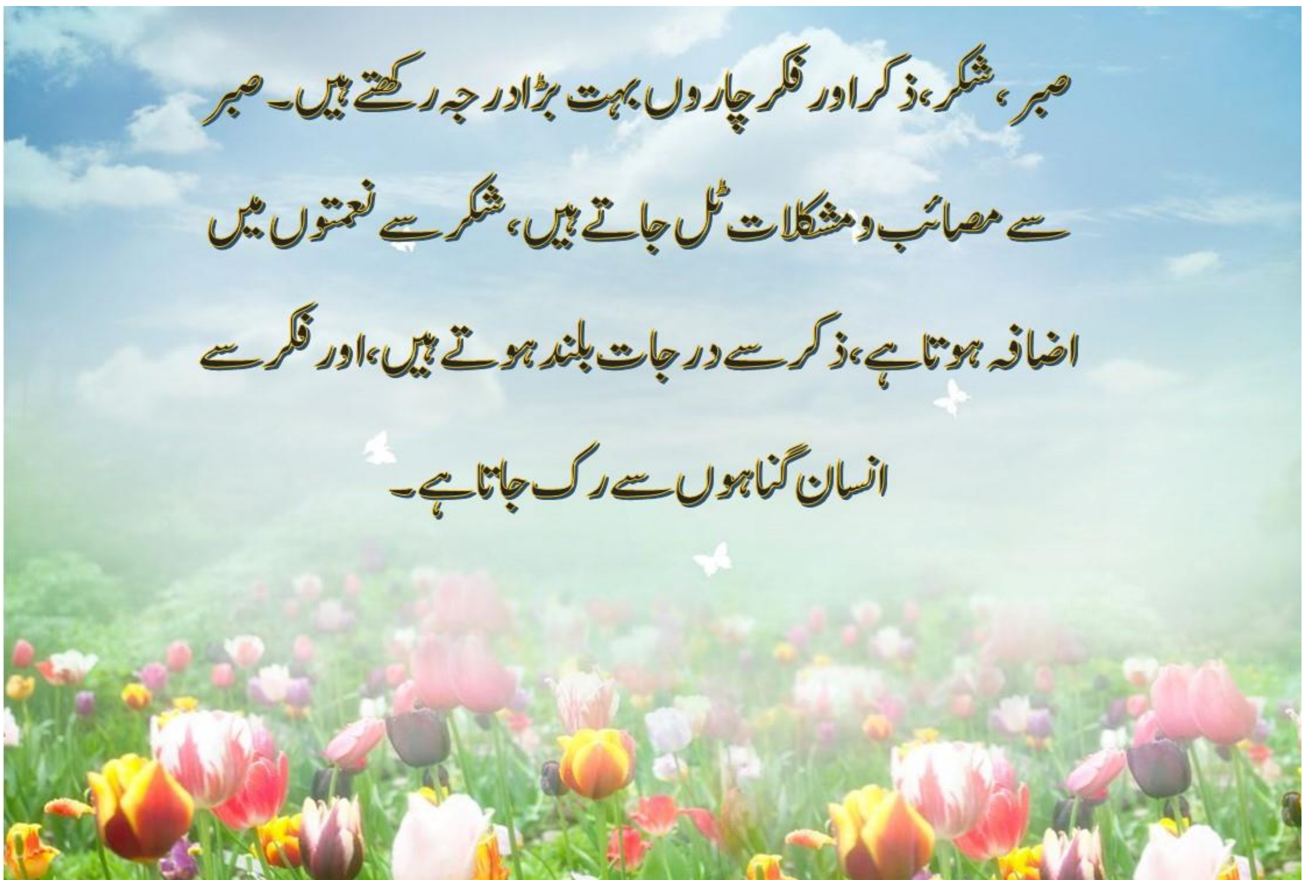
ویھدیک صراطًا مُّستقیمًا۔(الفتح)۔۔۔ عظیم اعلیٰ اور ابقیٰ نعمت ہے وہ مانگو۔

اِنَّک لمن المرسلین علٰی صراطٍ مستقیم۔(یٰسٓ)۔۔۔ انبیاء کو اسی کا احسان جتلایا۔

لاقعدنَّ لھم صراطک المستقیم۔(اعراف)۔۔۔ شیطان صراطِ مستقیم سے مانع ہے۔

۱۰)**صراط الَّذین انعمت علیھم**۔۔۔ صراطِ مستقیم پر چلنے والے انعام یافتہ ہیں۔

۱۱)**غیر المغضوب علیھم ولا الضَّآلّین**۔۔۔ صراطِ مستقیم سے باز رہنے والے مغضوب اور گمراہ ہیں۔





درس حدیث

(حضرت مولانا خادم حسین دامت برکاتہم العالی)

عن انس کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں آپ علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے دس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی،آپؐ نے کبھی مجھے اف تک نہیں فرمایا۔ کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر مجھے اس طرح نہیں کہا کہ کیوں نہیں کیا یا کیوں کیا۔ ایک دفعہ مجھے کسی کام کے لئے بھیجا میں گیا تو راستے میں بچے کھیل رہے تھے میں وہیں ٹھہر گیا، حضور علیہ السلام آئے پیچھے سے میری گردن پکڑی، میں نے ان کی طرف دیکھا تو آپؐ ہنس رہے تھے اور فرمانے لگے اے انس جس کام کو میں نے بھیجا وہاں گیا تھا؟ میں نے عرض کیا جی حضور میں جاتا ہوں۔ (مسلم)

واقعہ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا،آپؐ نے موٹے کناروں والی ایک نجرانی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ایک بدوی راستہ میں مل گیا اس نے چادر کے دو کناروں سے پکڑ کر اس طرح زور سے کھینچا کہ آپ علیہ السلام اس

بدوی کے سینے سے جا لگے۔ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن کے کناروں پر اور کندھے پر اس چادر کے کھینچے جانے کی وجہ سے نشان پڑ گئے تھے۔ پھر اس نے کہا:

يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِيْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ۔ (متفق علیہ)

"اے محمد! اللہ کے اس مال سے جو تیرے پاس ہے میرے لئے حکم دے آپ علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرائے پھر حکم دیا کہ اسے کچھ دیا جائے"۔

حضرت انسؓ کا ہی بیان ہے کہ آپ علیہ السلام اشجع الناس تھے یعنی تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں خوف پھیل گیا یعنی دشمن کے حملے کا خطرہ ہو گیا۔ لوگ آنے والی آواز کی طرف بھاگے، تو آپ ﷺ بھی ادھر متوجہ ہوئے اور باقی لوگوں سے پہلے پہنچ گئے جہاں تک خطرہ تھا دیکھ بھال کر واپس آ گئے اور لوگوں سے فرمایا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ادھر کوئی نہیں۔ آپ علیہ السلام حضرت ابو طلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر یعنی بغیر زین کے سوار ہو کر اپنے گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے تشریف لے گئے تھے، گھوڑے کی بھی تعریف فرمائی:

لَقَدْ وَجَدْتُهُ بَحْرًا۔ (متفق علیہ)

میں نے اس گھوڑے کو سمندر پایا یعنی پانی کی طرح چلتا تھا۔

مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا۔

"آپ ﷺ نے مانگنے والے کو کبھی "معاف کر بابا" نہیں کہا۔ یعنی مانگنے والے کے سوال کو رد نہیں فرماتے تھے"۔ (متفق علیہ)

اگر آپ کے پاس ہوتا تو آپ دے دیتے نہ ہوتا تو خاموش رہتے یا وعدہ فرما لیتے کہ جب مال آ گیا دے دونگا یا پھر اصلاح فرما دیتے، مانگنا اچھا نہیں ہوتا، قیامت کے روز مانگنے والے کے منہ پر خراشیں ہونگی، منہ پر گوشت نہیں ہوگا ہڈیاں نکلی ہوئی ہوں گی۔

حضرت انس رضی اللہ کا بیان ہے کہ آپ علیہ السلام اجود الناس تھے۔ یعنی تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ فرماتے ہیں ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ سے سوال کیا تو آپؐ نے اس کو ساری بکریاں عطا کر دیں جو کثیر تعداد میں دو پہاڑوں کے درمیان چر رہی تھیں۔ وہ شخص وہ بکریاں لے کر اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا اے قوم مسلمان ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی عطا کرتے ہیں کہ انہیں فقر کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ (رواہ مسلم)



مری بگڑی بناتا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

(زین العابدین)

مری بگڑی بناتا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے
غموں کو جو مٹاتا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

مری شہ رگ سے وہ واقف مرے ہر کام سے واقف
مجھے جینا سکھا تا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

کوئی طوفان آ جائے مصیبت کے سمندر میں
مصیبت سے بچاتا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

فلک کو جس نے تھاما ہے ستاروں کو سجایا ہے
وہی دنیا چلا تا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

لبوں پر وردِ مولا سے سکونِ قلب ملتا ہے
دلوں کو یہ لبھاتا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

تری رحمت کے سائے کو ترستی ہیں مری نظریں
مقدر جو جگا تا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

مرے در پر تم آ جاؤ بڑا ہی رحم دل ہوں میں
جو ہم کو یوں مناتا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

اسی نے پھل دیئے ہم کو بنایا سبز و صحرا کو
کھلاتا اور پلاتا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

وہ کنْ کہتا ہے بس اک دم جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے
وہی ہر شے کا داتا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

ذرا یوسفؑ کو دیکھو تم عجب ہے داستاں اُن کی
جو بچھڑوں کو ملاتا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے

اسی کی حمد کرتے ہیں ملائک جِنّ و انساں بھی
ہمیشہ زین گا تا ہے وہ میرا پیارا اللہ ہے





مصطفیٰ ﷺ مصطفیٰ ﷺ

(کلیم وارث خان)

عظمتیں اتنی پا کوئی سکتا نہیں
جیسی عظمت کا مالک میرا مصطفیٰ ﷺ

ان کی والّیل زلفوں کی کیا شان ہے
گیسوئے حور بھی اُن پہ حیران ہے

آپؐ کا حُسن کامل مکمل ہے یوں
کوئی بھی نقص اُس میں نکل نا سکا

آپؐ کو دیکھ کر اونٹ رونے لگا
غم زدہ تھا بہت ہوش کھونے لگا

آپؐ کی تھپکیاں کام کرتی گئیں
ایسے مشفِق پہ ہو جان میری فدا

آپؐ بچوں سے کر تے تھے بیشک مذاق
اور شرارت بھی ان کی نہ ہوتی تھی شاق

آپ کی عادتیں جو بھی اپنائے گا!!!
وہ عمل سے کرے گا نبیؐ سے وفا

آپؐ کی عادتیں خوب سے خوب تھیں
آپؐ کو تھی کھجوریں جو مرغوب تھیں

ناپسند چیزیں ہوتی تو نا کھاتے آپؐ!
آپؐ پھر بھی شکر رب کا کرتے ادا

آپؐ کی زندگی مثلِ مہتاب ہے
جو چلے اُن کے پیچھے وہ شاداب ہے

زندگی کو تو اُن کی بنا لے کلیم!
زندگی اپنی اور پھر نہ ہونا جدا





نعت تاریخ ہیئت اسالیب اور آداب (قسط چہارم)

(سمیع اللہ حضروی)

فارسی نعت کا مختصر اجائزہ لینے بعد اردو نعت کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

ہندوستان (درست املاء ہندستان) پر مسلمانوں کے حملے کا آغاز خلافت راشدہ کے دور میں حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں ہو چکا تھا۔ لیکن مستقل لشکر کشی 92 ہجری میں حجاج بن یوسف کے حکم پر محمد بن قاسم نے کی۔ قلیل عرصہ میں سندھ اور ملتان تک کے علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔

افغانستان کی طرف سے محمود غزنوی سے قبل ہی ہندُستان پر مسلمانوں کے حملے شروع ہو گئے تھے اور محمود غزنوی کی وساطت سے پشاور سے ملتان تک کا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ سندھ سے عربی زبان اور پشاور سے فارسی زبان ہندُستان میں داخل ہوئی جسے مقامی لوگوں نے اور فاتحین نے ان دو زبانوں کے الفاظ استعمال کرنا شروع کر دیے۔ یوں آہستہ آہستہ ایک نئی زبان بننے لگی، جسے اردو کہا جاتا ہے۔ علمائے لسانیات نے سندھ، دہلی، دکن، گجرات اور پنجاب وغیرہ کو اپنے نظریات اور ثبوت کی وساطت سے اردو زبان کا مولد و منشاء قرار دیا ہے۔ ان علماء کے نظریات جو بھی ہوں، ایک بات تو مشترک ہے کہ اردو زبان ہندستان ہی میں پیدا ہوئی، تربیت پائی اور جوان ہوئی۔

اردو زبان وادب میں نعت، عربی اور فارسی زبان وادب کی وساطت سے دخیل ہوئی۔ اس محبوب اور مقبول صنف کو اردو کے تقریباً ہر شاعر نے اپنایا۔ اردو نعت میں نئے نئے مضامین، نئی تشبیہات، عمدہ تراکیب، نئے محاورات، ضرب الامثال، عمدہ الفاظ کا چناو، نئے اسلوب جیسے ادبی اوصاف سے نعتیہ ادب کو ایک نئی راہ سے روشناس کرایا۔

اردو شعرائے نعت کی فہرست ضبط قلم سے باہر ہے تاہم کچھ شعراے نعت کے نام گنوائے جاتے ہیں۔

شعرائے نعت کے اسمائے گرامی (بلا ترتیب زمانی):

مولانا محمد قاسم نانوتوی، حاجی امداداللہ مہاجر مکی، مولانا احمد رضا خان، مولانا ظفر علی خان، علامہ محمد اقبال، مولانا حالی، بے دم وارثی، مولانا کوثر نیازی، احمد ندیم قاسمی، خواجہ عزیز الحسن مجذوب، ماہر القادری، مولانا محمد الیاس قادری عطاری، اکبر الہ آبادی، پرنم الہ آبادی، ساغر صدیقی، مظفر وارثی، بہزاد لکھنوی، حفیظ جالندھری، اختر شیرانی، مولانا تقی عثمانی، مومن خان مومن، راسخ عظیم آبادی، بہادر شاہ ظفر، محسن کاکوروی، حافظ لدھیانوی، ڈاکٹر طاہر القادری، نظیر لدھیانوی، حافظ لدھیانوی، حافظ محمد افضل فقیر، عبدالعزیز خالد، ظہیر کاشمیری، عزیز وارثی، خواجہ عابد نظامی، عبدالماجد دریابادی، قیوم نظر، سرور مجاز، راجا رشید محمود، نذر صابری، نعیم صدیقی، نظم طباطبائی، عبدالمجید سالک، محمد اعظم چشتی، غنی دہلوی، علامہ شبلی نعمانی، شمیم یزدانی، خواجہ غلام فرید، ناصر زیدی، روحی کنجاہی، کلیم عثمانی، امید فاضلی، سید محمد جعفری، پیر سید نصیر الدین نصیر، مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، ریاض خیرابادی، مولانا حسن رضا بریلوی، ریاض مجید، رضا علی وحشت کلکتوی، راغب مرادآبادی، قتیل شفائی، شکیل بدایونی، احسان دانش، واصف علی واصف، سیماب اکبرآبادی، ماہرِ تعلیم ڈاکٹر ارشاد خان، سید عارف لکھنوی اور حفیظ تائب وغیرہ۔

اردو میں لکھی گئیں چند نعوت کے منتخب اشعار

(ضروری نہیں کہ اوپر دی گئی فہرست میں شامل شعراء کے نعتیہ کلام سے انتخاب ہی ہو)

مدینے کو جائیں، یہ جی چاہتا ہے
مقدر بنائیں، یہ جی چاہتا ہے
محمد کی باتیں، محمد کی سیرت
سنیں اور سنائیں، یہ جی چاہتا ہے

(بہزاد لکھنوی)

کوئی اور کیا نعت احمد کہے گا
ثنا خواں ہے جب خود خدا، اللہ اللہ

(محبوب الرحمن محبوب)

قرآن میں جب کہ خود ہو ثنا خواں ترا خدا
کیا تاب پھر قلم کو جو کچھ کر سکے رقم

(آخری مغلیہ تاج دار بہادر شاہ ظفر)

الٰہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار

(مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ)

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا خان بریلوی)

ذاتی محمد شمع دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
جسم سراسر نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

(احسان دانش)

عالم عالم، دنیا دنیا، گلشن گلشن، صحرا صحرا
ذکر ہے اس کا، اس کا چرچا، صلی اللہ علیہ وسلم

(عبدالعزیز خالد)

مظہر فطرت آپ کا مذہب، صلی اللہ علیہ وسلم
ختم نبوت آپ کا منصب، صلی اللہ علیہ وسلم

(راز کاشمیری)



رحمت عالم، نور مجسم، صلی اللہ علیہ وسلم
رہبر دوراں، مصلح اعظم، صلی اللہ علیہ وسلم

(ڈاکٹر عابد نظامی)

بشر کی تاب و طاقت کیا جو لکھے نعت احمد کی
خدا ہی جانتا ہے خوب بس رتبہ محمد کا

(نواب مصطفی خاں شیفتہ)

سراپا نور ہیں وہ خلق مجسم، رحمت باری
وہ شاہِ دو سرا ہیں، اور کیا ہیں؟ بس خدا جانے

(حکیم مومن خان مومن)

آفتاب آئے، مہ تاب آئے، سب سے آخر میں آں جناب آئے
ساری دنیا مثال دوزخ تھی، آپ ہی خلد در رکاب آئے

(سید ابو معاویہ ابوذر بخاری)

بزم کونین سجانے کے لیے، آپ ﷺ آئے
شمع توحید جلانے کے لیے، آپ ﷺ آئے

(ساغر صدیقی)

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے، یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط، نقش کف پا تیرا

(احمد ندیم قاسمی)

نگاہ عشق و مستی میں، وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

(علامہ محمد اقبال)

رحمت سے نوازا ہے زمانے کو نبی نے
سکھلا دیے انسان کو جینے کے قرینے

(توفیق احمد بٹ)

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا، تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا، تمہی تو ہو
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا، اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز، اک کملی والے نے، بتلا دیا چند اشاروں میں

(مولانا ظفر علی خان)

سلام اس پر کہ جس نے، بے کسوں کی دست گیری کی
سلام اس پر کہ جس نے، بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

(ماہر القادری)

سلام اس پر جو بن کے رحمت اللعالمیں آیا
علم دارِ حق بن کر، سپہ سالارِ دیں آیا
سلام اس ماہِ کامل پر کہ پرتو چار ہیں جس کے
ابو بکر و عمر، عثمان و حیدر یار ہیں جس کے
سلام اس پر قیامت تک نبوت جس کی جاری ہے
رہینِ منتِ فیضان، دنیا جس کی ساری ہے

(خوشی محمد ناظر)

سلام اے آمنہ کے لال محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے اے سرِّ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی



زہے یہ عزت افزائی زہے تشریفِ ارزانی

سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے

سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

(خالقِ قومی ترانہ جناب حفیظ جالندھری)

سلام اس پر جو ظلمت میں، مثالِ آفتاب آیا

سلام اس پر، رخِ کونین پر جس سے، شباب آیا

سلام اس پر لگایا، دشمنوں کو جس نے سینے سے

سلام اس پر، کیے ہیں صاف سینے، جس نے کینے سے

(عاصی کرنالی)

ظلمتوں میں ہے ستاروں کی ضیا، سب کے لیے

آپ ﷺ کے نقش قدم، راہ نما سب کے لیے

(رشید کامل)

مقصود خلقت، محبوب قدرت اللہ رے اس کی ذات گرامی

(رئیس امروہوی)

تُو ہی شاہِ عرب، تُو ہی شاہِ عجم

تُو ہی فرقان ہے، تُو نے توڑے صنم

تُو شفیع، تُو غنی، تُو حبیبِ خدا

ہے تُو خیر البشر، خاتم الانبیاء

شہ پرا، شہ پرا، شہ پرا، شہ پرا

با صفا، با صفا، با صفا، با صفا

تھی امامت تری، سید المرسلیں!

عرش پر تُو گیا، ساتھ روح الامیں

روح عاجز ہوا، سدرۃ المنتہٰی

گفتگو تُو نے کی رو بہ روے خدا
مرتضٰی، مرتضٰی، مرتضٰی، مرتضٰی
منتہی، منتہی، منتہی، منتہی

(ماہرِلسانیات و قادرالکلام جناب ڈاکٹر ارشاد خان؛ہندُستان)

امت میں کر کے پیدا، خدا نے، حضور کی
ہم کو بھی دو جہان میں، ذی شان کر دیا
وحدت کو دے کے شمعِ رسالت کی رہبری
چلنا، رہِ سلوک پہ، آسان کر دیا

(واقفِ اسرارِ شعر و سخن جناب سید عارف لکھنوی،ہندُستان)

بعض شعراء اردوے معرٰی (بے نقط) میں بھی سیرتِ نبوی ﷺ کے ساتھ ساتھ عمدہ نعوت بھی کہی ہیں۔ ہادئ عالم ﷺ مولانا محمد ولی رازی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ہے جو اردوے معرٰی میں لکھی گئی ہے۔

طہور و طاہر و اطہر محمد ﷺ
الگ اُمی الگ ہر طور کامل ﷺ
ہر اک لمحہ رہِ اللہ کے راحل
رہے عادل سدا سرور محمد ﷺ
اکرم اولٰی اطہر احمد ﷺ
کامل ہر اک طور سے احمد ﷺ
رحم و کرم کا دھارا وہی ﷺ
مہر کا ساگر ٹھہرے احمد ﷺ

(خورشید ناظر)

ڈاکٹر ارشاد خان بحضورِ کونین سید المرسلین والخاتم النبیین ﷺ عرض کرتے ہیں:

وہ گورا مکھڑا اس کا رسل مائل اس کا
دو ٹکڑے ماہ کے ہوں واللہ کمال اس کا

اعلٰی سوار ہو کر حدِ گماں پے آگے
سالک سے مل کے لوٹا عمدہ مآل اس کا

غیر مسلم شعراء:

انوار بے شمار، معدود نہیں
رحمت کی شاہ راہ، مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو، محمد کا مقام
وہ، امت اسلام میں محدود نہیں

(فراق گورکھپوری)

مسلمان شعراء کے علاوہ ہندو اور سکھ شعراء نے بھی نبی کریم ﷺ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے عمدہ نعوت کے ساتھ سیرتِ نبوی ﷺ پر کتب لکھی ہیں جیسے: عرب کا چاند ﷺ سوامی لکشمن پرشاد، محمد ﷺ کی سرکار سردار سنگھ وغیرہ۔

ان شعراء کے نعتیہ کلام سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ان کے دلوں میں بھی حب رسول ﷺ موجود تھی، جس کا اظہار نعت کے ذریعے کرتے رہے۔ذیل میں چند ہندو اور سکھ شعراء کے نام مع اشعار دیے جا رہے ہیں۔

تیرے ہی دم قدم سے ہے زینت بزم کائنات
کون و مکاں ہے نور سے آئین تجلیات
دہر میں تو سب سے بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات
بھیج رہا خدا بھی ہے، تجھ پہ درود و صلوۃ
صلی علی محمد، صلی علی محمد

(لالہ امر چند قیس)

السلام اے شمع انوار جہاں
السلام آئینہ دار کن فکاں
السلام اے محسن نوع بشر

السلام اے نکتہ حسن بیاں

(رانا بھگوان داس، چیف جسٹس آف پاکستان)

ہوئے اک چاند کے ٹکڑے انگلی کے اشارے پر
منور کتنی یہ معجز نمائی ہے محمد کی

(شکھ دیو پرشاد بسمل)

مجھے نعت نے، شادمانی میں رکھا
کہ مصروف، شیریں بیانی میں رکھا
میں لکھتا رہا نعت اور حق نے شب بھر
قمر کو، مری، پاسبانی میں رکھا
درِ مصطفٰی کی ملے گر گدائی
تو پھر کیا صاحب قرانی میں رکھا
جو ذرہ اڑا شہ کی گردِ قدم کا
زمانے نے تاجِ کیانی میں رکھا
عظیم الشان ہے شان محمد ﷺ
خدا خود مرتبہ دان محمد ﷺ

چودھری دلورام کوثری۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نعوت کہنے پر یہ سعادت بخشی کہ آپ آخر عمر میں مسلمان ہو گئے تھے اور اپنا نام کوثر علی کوثری رکھ لیا لیکن آپ دلورام کوثر ہی سے مشہور و معروف ہیں۔

دیکھے جو تحیر میں مرے عشق نبی کو
سکتے میں رہے نرگسِ بستان مدینہ

(مہاراجا سر کشن پرشاد شاد)

سزاوار فیض در مصطفے ہے سوالی کا دست سوال اللہ اللہ

(عرش ملسیانی)

رضواں تجھے جو ناز ہے جنت پہ اس قدر کیا
چیز ہے وہ؟ روضۂ اطہر کے سامنے

(ٹھاکر بوا سنگھ اشیم)(ماہنامہ الرشید نعت نمبر ص 1355-1360)

علاوازیں

ہے مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بالائے فہم و عقل
معلوم ہے خدا کو ہی عزت رسول کی
ترتیب دی گئیں شب اسریٰ کی خلوتیں
صلی علی یہ شان یہ عظمت رسول
نام لیوا ہیں محمد کے پرستار تو ہیں
یعنی مجبور پئے احمدِ مختار تو ہیں
عشق ہو جائے کسی سے، کوئی چارا تو نہیں
صرف مسلم کا محمد ﷺ پہ اجارا تو نہیں

(کنور سنگھ بیدی سحر)

اے کہ انوار حقیقت سے بنا پیکر ترا
حیرت آئینۂ تخلیق ہے جوہر ترا

(کرپال سنگھ بیدار)

فضیلتوں کا عمامہ پہن کے تو آیا
کمال و فضل میں تیرا کوئی جواب نہیں

(ڈاکٹر سنتارام سنگھ خمار)

روح انسان کو حقیقت سے ملانے والے
مرحبا! نغمۂ توحید سنانے والے
بخت درشن پہ بھی اک بار نظر ہو جائے
بگڑی تقدیر زمانے کی بنانے والے

(صوفی سنت درشن سنگھ ڈگل)

مال جلوۂ حق، حامی ایمان احمد
تو ہی اسلام کی کشتی کا نگہباں احمد

(سردار بل ونت سنگھ مخمور جالندھری)

مہر و مہ و انجم ہیں ضیا بار اسی سے
اے صلی علی، تابش رخسار محمد ﷺ

(سردار پون سنگھ ہنر)

سکھ شعراء سے متعلق مذکورہ بالا حصہ انٹرنیٹ کی مدد سے حاصل کیا گیا ہے۔

اردو زبان کے علاوہ دنیا بھر میں بولی جانے والی دیگر زبانوں (مع بولیوں میں بھی نعت نبوی ﷺ کہی جاتی ہے۔ یہ مبارک سلسلہ تاابد جاری رہے گا۔

(ان شاءاللہ تعالیٰ آئندہ قسط نعت کی ہیئت اور اسالیب سے متعلق ہو گی۔)



قربانی کا مدار بھی نیت پر موقوف ہے

(مفتی ناصرالدین مظاہری صاحب)

تمبور ضلع سیتاپور جارہا تھا، درمیان میں ایک کشتی سے گزرنا ہوتا ہے، میں کشتی کے اندر تھا، لوگوں کا ایک ہجوم بھی سوار تھا، ایک صاحب کبھی اِدھر ہوتے تھے کبھی اُدھر ہوتے تھے، ملاح نے ڈپٹ کر کہا:

''چپ چاپ اپنی جگہ بیٹھے رہو کیا کشتی ڈبونے کا ارادہ ہے؟''

میں نے پوچھا کہ کیا ایک شخص کے بس میں ہے کہ اتنی بڑی کشتی کو ڈبو سکے؟ ملاح نے جواب دیا:

''جی ہاں جس طرح تالاب کی ایک گندی اور سڑی مچھلی تمام مچھلیوں کا بیڑہ غرق کرسکتی ہے، ماچس کی ایک تیلی پورے پورے محلے کو جلاکر خاکستر کرسکتی ہے، جہاز کا ایک پائلٹ تمام سواریوں کی جان کو خطرے میں ڈال سکتا ہے بالکل اسی طرح ایک شخص کے اچھل کود سے پوری کشتی غرقاب ہوجاتی ہے''۔

بالکل یہی حال قربانی کے جانور کا بھی ہے، قربانی کا جانور پاک اور حلال کمائی کا ہے، اس کے حصہ داروں کی کمائی بھی حلال ہے، ایام بھی قربانی کے ہیں لیکن کسی ایک کی نیت کے بگاڑ اور فساد کے باعث پوری قربانی کا بیڑہ غرق ہوسکتا ہے۔

آپ نے اپنے اساتذہ سے، بڑوں سے، واعظین سے، اماموں اور خطیبوں سے، مقررین اور مفکرین سے بارہا ایک مشہور و معروف حدیث شریف سنی ہو گی:

''اِنما الأعمال بالنیات''

عمل کا دار و مدار نیتوں پر موقوف ہے۔

یہ اصول کسی ایک چیز کے بارے میں نہیں ہے بلکہ یہ ایک عام اصول ہے جس کا اطلاق تمام تر دینی کاموں اور دینی امور پر ہوتا ہے۔

عید قرباں بالکل قریب ہے، اس عید میں گوشت کی فراوانی ہوتی ہے، ہر مسلمان گوشت پسند کرتا ہے، گوشت کھانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے اس لئے مومن کے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہیں گوشت کا گوشت اور ثواب کا ثواب۔

چھوٹے جانوروں کی قربانی ہو یا بڑے کی دونوں کے بارے میں ایک بات نہایت سنجیدگی اور ادب کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ قربانی کے سلسلہ میں آپ کی نیت محض گوشت حاصل کرنا ہے تو پھر آپ کی قربانی ضائع اور بیکار ہے، اگرچہ یہ گوشت آپ کے لئے حلال ہے لیکن قربانی کا وجوب ساقط نہیں ہوا ہے اب بھی باقی ہے، جن لوگوں کی نیت میں فتور ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو تو ایسی قربانی عنداللہ قابل قبول نہیں ہے۔ در مختار میں ہے:

ان کان شریک الستة نصرانیاً و مریدا اللحم لم یجز عن واحد منهم لان الاراقة لاتتجزأ۔ (کتاب الاضحیة)

اسی طرح بڑے کی قربانی میں سات حصے ہوتے ہیں، ان ساتوں حصہ داروں میں سے اگر کسی ایک کی نیت بھی غلط ہے یا نیت میں فساد ہے، چاہے ناموری کی نیت ہو، شہرت کی نیت ہو، دکھاوے کی نیت ہو یا گوشت کی نیت ہو تو ایسی قربانی بھی ضائع اور قابل قبول نہیں ہے، ایک حصہ دار کی وجہ سے بقیہ تمام حصہ داروں کی قربانی ضائع اور بے کار ہو جاتی ہے۔

دار العلوم دیوبند کے دار الافتاء سے کسی سائل نے اسی سلسلہ میں سوال کیا تو مفتیان کرام کا جواب تھا:

''قربانی کے جانور میں جتنے شرکاء ہیں سب کی نیت قربت ہی کی ہونی چاہیے''

اسی طرح ایک اور مستفتی کے سوال کا جواب دیا گیا:

''قربانی کے حصوں میں شریک افراد میں سے اگر کسی ایک کی بھی نیت قربانی وعقیقہ کے علاوہ ہے یا صرف پیسہ کمانے کی نیت ہے تو دیگر افراد کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی''۔

ایک اور مفتی صاحب نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا:

''اگر قربانی کے جانور میں کسی نے صرف گوشت حاصل کرنے کی نیت کی، قربانی ادا کرنے یا ثواب کی نیت نہیں کی تو ایسی صورت میں قربانی صحیح نہیں ہوگی، ایسا آدمی اگر مال دار ہے تو اس پر قربانی کے ایام میں ایک اور قربانی کرنا لازم ہوگا''۔

مزید فرمایا کہ

''ایسا شخص اگر مشترکہ قربانی میں حصہ لے تو جان بوجھ کر ایسے آدمی کو بڑے جانور میں شریک کرنے کی صورت میں کسی بھی شریک کی قربانی صحیح نہیں ہوگی''۔

میرے دوست مفتی محمد شاکر نثار مدنی قاسمی اعظمی سے کسی نے اس بابت پوچھا تو جواب دیا:

''قربانی کے بڑے جانور میں ایک یا ایک سے زائد لوگ صرف گوشت کھانے کے ارادے سے شرکت کریں، واجب یا نفلی قربانی کی نیت نہ ہو تو بقیہ لوگوں کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوگی، اس لئے بڑے جانور میں اگر کئی لوگ شریک ہوں تو ایک دوسرے کی نیت معلوم کر لینی چاہئے۔

اسی طرح اگر نیت گوشت کی نہیں بھی تھی لیکن سستی شہرت، ریاکاری، دکھاوا، نمود و نمائش کے لئے قربانی کی گئی تو ایسی قربانی بھی عنداللہ قابل قبول نہیں ہے۔ بلکہ شرکاء حضرات کو پہلے ہی سے تحقیق کر لینی چاہئے۔

لہٰذا محلے داروں یا رشتے داروں کو دکھانے کے لیے بڑا جانور خریدنا یا اس لئے قربانی کرنا کہ اگر میں نے قربانی نہیں کی، تو لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے یا اس نیت سے مہنگا جانور خریدنا کہ بچے خوش ہو جائیں گے، یاد رکھیئے! ان اعمال سے قربانی اور پیسے تو ضائع ہو ہی جائیں گے، البتہ آخرت میں غیر اللہ کیلئے عمل کرنے پر سخت پکڑ اور عذاب کا اندیشہ بھی ہے۔

کسی سے اس کی نیت پوچھنا تو فتنہ کو جنم دے سکتا ہے، بہتر ہے کہ تمام شرکاء کے سامنے یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ ائمہ حضرات قربانی سے پہلے ہی اپنے مواعظ اور تقاریر میں یہ مسئلہ بیان کر دیں تاکہ لوگوں کو اپنی نیتوں میں اصلاح کا وقت مل سکے اور قربانی بھی جائز اور قبول ہو سکے۔



حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری

(از قلم مدیر)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ صفر ۱۲۶۹ھ بمطابق دسمبر ۱۸۵۲ء کو نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کا آبائی وطن صوبہ یوپی ضلع سہارنپور کا ایک مشہور قصبہ ''انبیٹھ'' ہے۔ یہ قصبہ حضرت شاہ ابو لمعالیؒ کا مسکن تھا۔

آپؒ کا سلسلہ نسب دسویں پشت پر اپنے پیر و مرشد قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہیؒ سے جاملتا ہے۔

آپ کے والد ماجد شاہ مجید قصبہ انبیٹھ کے مشہور و ممتاز خاندان ایوبی کے ایک نمایاں فرد تھے۔ آپ کی والدہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) کی حقیقی بہن اور استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علیؒ کی صاحبزادی تھیں۔ شاہ مجید علی ریاست کے سرکاری عہدیدار ہونے کی وجہ سے اکثر اوقات گھر سے باہر ہوتے، جس کی وجہ سے آپ کی والدہ ماجدہ کا زیادہ وقت اپنے میکہ میں گزرتا، اس لیے آپ کی رضاعت اور ابتدائی تربیت زیادہ تر آپ کے ننھیال میں ہوئی۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی عمر ۵ سال ہوئی تو آپ کے نانا محترم حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ نے آپ کو تبرکاً بسم اللہ پڑھا کر قاعدہ شروع کروایا۔ آپؒ ناظرہ قرآن جلد مکمل کیا۔ قرآن مجید کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ابتدائی عربی اور فارسی کتابیں انبیٹھ اور نانوتہ میں مختلف اساتذہ سے پڑھی۔

۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کے قیام کی اطلاع ملی اور معلوم ہوا کہ دارالعلوم میں صدر مدرس آپ کے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ مقرر ہوئے ہیں۔ تو آپؒ والدین سے اجازت لے کر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں پر صرف، نحو اور فلسفہ کی متداول کتب پڑھیں۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے تقریباً چھ ماہ بعد سہارنپور شہر میں مدرسہ مظاہر العلوم کا افتتاح ہوا۔ صدر مدرس حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ مقرر ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں اگرچہ آپ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی زیر نگرانی بہترین نظم و نسق کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔

آپؒ مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے آئے یہاں پر آپ نے حدیث، فقہ، تفسیر، اصول، منطق، ہیئت اور دیگر علوم عالیہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ اور دیگر مدرسین سے حاصل کیے، تقریباً ۱۹ سال کی عمر میں آپ نے درس نظامی سے فراغت حاصل کی۔

درس نظامی سے فراغت کے بعد علوم ادبیہ میں مہارت کا شوق آپ کو اورینٹل کالج لاہور لے آیا۔ یہاں پر آپ نے مشہور ادیب مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ سے علوم ادبیہ کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اورینٹل کالج لاہور سے تعلیم مکمل کر کے جب واپس تشریف لائے تو آپ کے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے آپ کو عربی کے معتبر اور مستند لغت قاموس کا ترجمہ کرنے کے لیے منصوری پہاڑ بھیج دیا۔ یہاں پر آپ کے قیام کو ابھی چند ہی ماہ گزرے تھے کہ منگلور کے مدرسہ عربیہ میں مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپؒ کو بحیثیت صدر مدرس وہاں تعنیات کیا گیا۔

اس کے بعد بالترتیب بھوپال، بہاولپور، بریلی، اور دیوبند میں مدرس رہے، ۴۵ کی عمر مبارک میں یعنی ۱۳۱۴ھ میں صدر مدرس کی حیثیت سے مدرسہ مظاہر العلوم میں آپ کا تقرر ہوا جہاں آپ نے پڑھا اور علمی نشو و نما پائی تھی۔ یہاں آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کے لگائے ہوئے باغیچے کو اس جانفشانی اور تندہی سے سینچا، جس کا اظہار مظاہر العلوم کا ہر طاق و محراب اور ہر در و دیوار زبان حال سے کر رہا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے قطب عالم، فقیہہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور تصوف کے منازل طے کیے۔ آپؒ نے سفر حج کے دوران مکہ مکرمہ میں شیخ المشائخ حضرت مولانا شیخ احمد وعلانؒ (مفتی اعظم شافعیہ) سے اجازت حدیث حاصل کی اور مدینہ منورہ میں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی محدث دہلویؒ سے اجازت حدیث حاصل فرمائی۔

۱۶ شوال المکرم ۱۳۴۴ھ کو آپ مدرسے سے ڈیڑھ سال کی رخصت لے کر حج کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ مناسک حج پورے ہونے کے بعد اپنے رفقاء سفر کو واپس ہندوستان بھیج دیا اور خود وہیں پر سکونت اختیار کر لی۔ اس دوران آپ نے بعض علماء مدینہ کے اصرار پر ابوداود شریف پڑھانا شروع کر دی مگر یہ سلسلہ درس صرف دو روز تک رہا، کیونکہ درس کا آغاز آپ کی وفات سے چار دن قبل ہوا تھا۔

آپؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ''بذل المجہود'' مدینہ منورہ میں سکونت کے دوران ہی مکمل ہوئی۔ جب بذل کی تالیف سے فراغت پائی تو فرمایا:

حق تعالی سے تین دعائیں مانگی تھیں دو قبول ہو چکی ہیں ایک باقی ہے۔

۱۔ مکہ مکرمہ میں پر امن اسلامی شریعت اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔

۲۔ موت سے پہلے پہلے بذل کی تالیف مکمل ہو جائے۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار۔ میں دفن ہونا نصیب ہو جائے۔

آپ کی تیسری دعا کو بھی اللہ رب العزت نے شرف قبولیت بخشا۔ چنانچہ بذل المجہود مکمل ہونے کے تقریباً آٹھ ماہ بعد ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو بعد عصر وصال فرمایا۔ اور قبلہ اہل بیت کے متصل دفن ہوئے۔

ایک عجیب اتفاق یہ ہوا کہ جامعہ مظاہر العلوم سے ڈیڑھ سال کی حاصل کردہ رخصت میں نہ ایک دن کم ہوا نہ زیادہ، رخصت کا زمانہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو ختم ہوا اور سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا کہ آفتاب علم و عمل غروب ہو گیا۔



فضائل ذوالحجہ

(مولانا محمد داؤدالرحمن علی)

فضیلت والے مہینے

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں

''اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰ لِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظۡلِمُوۡا فِيۡهِنَّ اَنۡفُسَكُمۡ ''

''حقیقت یہ ہے کہ الہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں،یہی دین (کا) سیدھا سادہ (تقاجا) ہے، لہذا ان مہینوں کے معاملے میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔''(سورۃالتوبہ،آیت نمبر ۳۶)

حرمت والے چار مہینے ہیں:''ا۔ذیقعدہ ۲۔ذی الحجہ ۳۔محرم ۴۔رجب''(تفسیر ابن کثیر ط العلمیۃ (۱۲۷/۴)

فضائل ذی الحجہ

ذی الحجہ اسلامی اور قمری سال کا آخری مہینہ ہے۔اس کی حرمت روزِ اوّل سے مسلم ہے۔حرمت کے چار مہینوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔یہ مہینہ بابرکت، مبارک اور اس کی فضیلت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔اس مہینے کی کچھ عبادات ایسی ہیں جو سال کے کسی مہینے اور دن میں نہیں کی جاسکتیں، جیسے حج اور قربانی۔

مسلمان ان عبادات کو اپنی اپنی استطاعت کے مطابق بجالاتے ہیں، سبقت کی کوشش کرتے ہیں، محنتیں اور مشقتیں اٹھاتے ہیں، کوئی حج کی عبادت میں سرگرداں رہتا ہے، کوئی قربانی کی عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔

"ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی قابلِ احترام ہے لیکن اس کے ابتدائی دس دن تو بہت ہی فضیلت اور عظمت والے ہیں۔اس ماہ کی ابتدائی دس راتیں لیلۃ القدر کا مرتبہ رکھتی ہیں۔"(مشکوٰۃ ۱۲۸)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"کوئی ایسے دن نہیں جن میں نیک اعمال اللہ جل شانہ کو عشرۂ ذی الحجہ (میں نیک اعمال) سے زیادہ محبوب ہوں، پوچھا گیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ کے راستے میں جہاد سے بھی (ان دنوں کی عبادت افضل ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جی ہاں) اللہ کے راستے میں جہاد بھی برابر نہیں ہوسکتا مگر وہ شخص جو اللہ کے راستے میں جان ومال سمیت نکلے اور ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوٹے۔"(رواہ البخاری مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۱۴۶۰، باب فی الاُضحیۃ)

"اللہ جل شانہ کی عبادت وبندگی اور حسن عمل کے لئے عشرہ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں یہ وہ خاص عشرہ ہے جس میں کیا جانے والا عمل اللہ رب العزت کو بے حد محبوب ہے اور اس کی بڑی قدر و قیمت ہے۔"(معارف الحدیث ص:۴۱۷، ج:۳)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"اللہ رب العزت کو نیک عمل جتنا ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں محبوب ہے اتنا کسی اور دنوں میں نہیں۔"(صحیح بخاری)

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں:

"ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں اپنے چراغ نہ بجھایا کرو(یعنی رات میں قیام اور قرأت کا اہتمام کرو) آپ کو ان ایام میں عبادت بہت پسند تھی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے خادموں کو اٹھایا کرو تاکہ وہ سحری کریں اور عرفہ کے دن کا روزہ رکھیں۔"(حلیت الاولیاء ص:281، ج:4، سیر اعلام النبلاء ص:236، ج:4)

دس راتوں کی قسم

اللہ رب العزت سورۃ الفجر میں ارشاد فرماتے ہیں

''وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْر''

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی جفت اور طاق کی اس رات کی جب وہ رات کو چلے۔

اس آیت میں فجر سے مراد صبح اور عشر سے مراد نہر ہے یعنی ذی الحجہ کا پہلا عشرہ جس میں قربانی کا دن بھی شامل ہے، وتر سے مراد یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ اور شفع سے مراد دسویں ذی الحجہ ہے۔(شعب الایمان ص ۳۵۲،ج:۳)

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں کسی چیز کا قسم اُٹھانا اپنی کسی بات کی توثیق کے لیے نہیں ہوتا، بلکہ جس چیز کی قسم اللہ تعالیٰ اٹھاتے ہیں تو اس سے مقصود اس کی جلالت شان اور عظمت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔ یہاں پر بھی ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کی اہمیت اور فضیلت کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عشرہ ذوالحجہ کو مختلف عبادتوں کے ذریعہ خصوصیت بخشی ہے۔اس پورے عشرہ میں اسلام کے اہم ترین اعمال انجام دیئے جاتے ہیں اور عبادتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

بال اور ناخن نہ کاٹنا

عشرہ ذوالحجہ کی آمد کے ساتھ سب سے پہلا حکم اس شخص کے لئے عائد ہوتا ہے جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو کہ وہ اپنے ناخن و بال نہ کاٹے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

''اذا رایتم ہلال ذی الحجۃ و اراد احدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ و اظفارہ۔'' (مسلم، حدیث نمبر ۳۶۶۲)

جب کسی شخص کا قربانی کا ارادہ ہو تو وہ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہوتے ہی اپنے بال و ناخن کٹوانے سے پرہیز کرے۔

یہ حکم مستحب ہے اور ان لوگوں کے لئے جو قربانی دینے والے ہوں، ذوالحجہ کا چاند دیکھنے سے لیکر جب تک کہ ان کی طرف سے قربانی نہ ہو جائے۔اس وقت تک سر کے بالوں اور دیگر بالوں کو نکالنے اور ناخن کاٹنے سے احتیاط کرنا چاہئے، جو لوگ قربانی دینے والے نہیں ہے ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔اگر کوئی شخص قربانی دینے سے پہلے ایسا کر لے تو کوئی گناہ نہیں اور اس سے قربانی میں خلل نہیں آتا۔ (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل و احکام:۳۴)

عشرۂ ذی الحجہ میں تسبیحات کی کثرت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ۔ (الحج 28)

اور چند مقررہ دنوں میں اللہ کا نام لیں۔

ان مقررہ دنوں سے بعض حضرات نے ذوالحجہ کا عشرہ مراد لیا ہے۔(روح المعانی:۱۴۵،ج:۱۷)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ جل شانہ کے نزدیک عشرۂ ذی الحجہ کے برابر زیادہ عظمت والے دن کوئی نہیں اور نہ کسی دنوں میں نیک عمل اتنا پسند ہے (جتنا ان دنوں میں) پس تم ان دنوں میں کثرت سے تسبیح (سبحان اللہ)، تکبیر (اللہ اکبر) اور تہلیل (لاالہ الااللہ) کیا کرو۔" (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:۱۱۱۱٦)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"کوئی دن بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عظیم اور پسندیدہ نہیں ہے جن میں کوئی عمل کیا جائے، ذوالحجہ کے ان دس دنوں کے مقابلے میں، تم ان دس دنوں میں تہلیل، تکبیر اور تحمید کی کثرت کیا کرو۔ (مسند احمد، حدیث نمبر ۵۲۹۴)

یوم عرفہ:

یوم عرفہ کے دن کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ (نویں ذوالحجہ) کے دن سے زیادہ بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں اور اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن بندوں کے سب سے قریب ہوتے ہیں پھر فخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ بندے کیا چاہتے ہیں؟ (مسلم حدیث نمبر 2410)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن (نویں ذوالحجہ) اپنے بندوں پر نظر فرماتا ہے اور جس کے دل میں ذرا سا بھی ایمان ہوتا ہے وہ ضرور بخش دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگرد حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ یہ مغفرت تمام لوگوں کیلئے یا عرفات والوں کیلئے خاص ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ مغفرت تمام لوگوں کے لئے ہے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کو کسی بھی دن اتنا ذلیل وخوار، اتنا دھتکارا ہوا اور اتنا جلا بھنا ہوا نہیں دیکھا گیا جتنا کہ وہ

عرفہ کے دن ذلیل وخوار اور سیاہ غضبناک دیکھا جاتا ہے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ اس دن رحمت کو (موسلادھار) برستے ہوئے اور بڑے بڑے گناہوں کی معافی کا فیصلہ ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ (شعب الایمان)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ نے غنیہ میں لکھا ہے کہ جو شخص ذوالحجہ کے دس دنوں کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دس چیز مرحمت فرما کر اس کی تکریم کرتا ہے۔

(۱) عمر میں برکت (۲) مال میں برکت واضافہ (۳) اہل وعیال کی حفاظت (۴) گناہوں کا کفارہ (۵) نیکیوں میں اضافہ (۶) نزع میں آسانی (۷) ظلمت میں روشنی (۸) میزان میں وزن (۹) دوزخ کے طبقات سے نجات (۱۰) جنت کے درجات پر عروج۔

ذی الحجہ کے روزے و نویں ذی الحجہ کے روزے کی خاص فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایسا کوئی دن نہیں ہے جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو عشرۂ ذی الحجہ میں عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہو، اس کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ اور اس میں ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔" (جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۷۵۸)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ یوم عرفہ کا روزہ گزشتہ ایک سال اور آیندہ ایک سال کے گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گا۔" (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۷۴۹)

اہم وضاحت:

اگر حاجی کو اس روزے کی وجہ سے یوم عرفہ کے قیمتی دن کی عبادات اور دعا مانگنے میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں حاجی کے لیے یہ روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (شامی)

مسئلہ:

واضح رہے کہ یکم ذوالحجہ سے نو ذوالحجہ تک روزہ رکھنا مستحب ہے لیکن عید کے دن روزہ رکھنا شرعاً ممنوع ہے کیوں کہ حدیث میں اس دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح عید الاضحیٰ کے دوسرے اور تیسرے دن بھی روزہ رکھنا جائز نہیں۔ البتہ عید الاضحیٰ کے

دن اگر کوئی شخص اپنے کھانے اگر کوئی شخص اپنے کھانے کی ابتداء قربانی کے گوشت سے کرے اور اس سے پہلے کچھ نہ کھائے تو اس کو فقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے اور یہ عمل سنت سے ثابت ہے۔(بدائع الصنائع ہندیہ)

تکبیرات تشریق و تکبیرات تشریق کس پر واجب ہیں؟

تکبیراتِ تشریق: ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد''

تکبیراتِ تشریق واجب ہونے کے لیے تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

ا۔ مقیم ہونا، مسافر پر تکبیر کہنا واجب نہیں۔ ۲۔ شہر ہونا، گاؤں والوں پر تکبیر کہنا واجب نہیں۔ ۳۔ جماعتِ مستحبہ ہونا، اکیلے نماز پڑھنے والوں پر واجب نہیں۔ لہٰذا اگر کسی شخص میں یہ تینوں شرائط موجود ہوں تو ایّام تشریق میں اس پر تکبیر تشریق واجب ہے، اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس پر تکبیرِ تشریق واجب نہیں تاہم حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ تکبرات تشریق ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز فرض ہے لہٰذا منفرد مرد و عورت، مسافر اور گاؤں والوں سب پر تکبیر واجب ہے۔ بعض فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول کو ترجیح دی ہے، اس لیے اگر صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول پر عمل کیا جائے تو اس میں زیادہ احتیاط ہے اور بہتر ہے۔(مأخذہ فتاویٰ عثمانی: ۵۴۹/۱ بتصرف)

مفتٰی بہ قول کے مطابق تکبیرات تشریق نو ذوالحجہ کی فجر سے لے کر عید کے چوتھے دن یعنی تیرہ ذوالحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک دفعہ بلند آواز سے کہنا واجب ہے، البتہ عورتیں یہ تکبیرات آہستہ آواز سے کہیں۔ واضح رہے کہ تکبیرات تشریق صرف ایک مرتبہ کہنا واجب ہے، ایک سے زیادہ مرتبہ کہنا خلافِ سنت ہے۔(شامی)

عید کے مسنون اعمال

عید الاضحیٰ کے دن (اور دیگر ایام میں بھی) سب سے پہلا اور اہم کام یہ ہے کہ نماز فجر جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھنے کا اہتمام کیا جائے، اور دیگر نمازیں بھی اپنے اپنے وقت پر باجماعت مسجد میں ادا کی جائیں۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد عید کی نماز کی تیاری کی جاتی ہے، اس وقت کے اعمال یہ ہیں:

1) سنت کے مطابق غسل کرنا۔

2) مسواک کرنا۔

3) اپنے پاس موجود سب سے اچھے کپڑے پہننا۔

4) خوشبو لگانا۔

عید گاہ جاتے ہوئے تکبیرات تشریق کا حکم

عید گاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر تشریق (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد) کہنا سنت ہے۔ (شامی)

عید کی نماز کے بعد معانقہ کرنا اور عید مبارک کہنا

عید کے موقع پر معانقہ کرنا سنت سے ثابت نہیں۔ لہٰذا اس کو عید کی سنت سمجھ کر کرنا اور اس کو باعثِ ثواب اور ضروری سمجھ کر اس کی پابندی کرنا بدعت ہے، البتہ اگر سنت سمجھے بغیر کر لیا جائے تو بدعت نہیں۔ تاہم اگر مسجد میں معانقہ کیا جائے تو مسجد کے تقدس کا خیال کرنا ضروری ہے۔ (ماخذہ، فتاویٰ عثمانی، بتصرف: ۱/۱۰۳)

"عید مبارک" ایک دعا ہے اور دعا ہونے کی حیثیت سے اس کا استعمال درست ہے، جیسا کہ بعض روایات سے عید کے دن تقبل اللہ منا ومنک کہنا ثابت ہے۔ (کما روی عن واثلۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا، السنن الکبری للبیہقی، رقم الحدیث: ٦٢٩٥)

عید گاہ کا آتے اور جاتے ہوئے راستہ تبدیل کرنا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن راستہ بدل دیتے تھے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٩٨٦)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لیے جس راستہ سے عید گاہ تشریف لے جاتے، واپسی میں اس کو چھوڑ کر دوسرے راستے سے تشریف لاتے تھے۔

دعا ہے اللہ پاک ذی الحجہ کے ان فضیلت کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین



اسلام امن کا داعی ہے جنگ کا نہیں

(محمد انیس)

انسانی تمدن میں دو طرح کے ایام ہوتے ہیں۔ایک ایام جنگ کے ایام ہوتا ہے اور دوسرے ایام امن کے ایام۔ایام جنگ استثنائی اوقات کا نام ہے جبکہ ایام امن نارمل اور مستقل اوقات کا نام۔اس بنا پر جنگی ماحول میں جو احکام کمانڈو کی طرف سے جاری اور نافذ ہوتے ہیں وہ نارمل حالات میں نافذ نہیں ہوتے۔یہ ایک سادہ سی بات ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔اسی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآن میں جو جنگ (قتال) کے احکام وہدایات ہیں، وہ کب اور کن حالات میں نافذ ہونے کیلئے ہیں۔یعنی وہ زمانۂ جنگ کے احکام ہیں، نہ کہ زمانۂ امن کے احکام۔ایسا نہیں کہ زمانہ امن کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کا حکم دے دیا ہو۔جنگ کے بارے میں اسلام کا عمومی اصول کیا ہے وہ اس آیت سے پوری طرح واضح ہوتا ہے۔۔۔

"جب کبھی یہ (یہودی) جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اس کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔یہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" (سورہ مائدہ، آیت 64)

یہ آیت بتاتی ہے کہ جنگ کے حوالے سے اہل ایمان کی عمومی پالیسی کیا ہونی چاہئے۔قرآن میں تو یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ میدان جنگ میں بھی دشمن مصالحت پر آئیں تو پھر اس کے بعد تم جنگ کی سبیل نہ نکالو (سورہ نساء، آیت 90)۔

جس نبی رحمت کو رب کریم نے اپنے بندوں کے درمیان نذیر و بشیر بنا کر بھیجا اور انہیں احسن طریقے سے پیغام پہنچانے کا حکم دیا (سورہ نحل، آیت 60)، اس نبی کے دین کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ جنگ و جدال کی تعلیم دیتا ہے کسی طور پر درست نہیں۔

قرآن میں زمانۂ جنگ اور زمانۂ امن کی ہدایات الگ الگ ہیں۔ زمانۂ جنگ کی ہدایات کو دیکھ کر پورے دین کو پر تشدد بتانا درست نہیں۔ یاد رہے امت مسلمہ اس دھرتی پر ایک خیر اور متوسط امت کی حیثیت سے موجود ہے (آل عمران، 110)۔ قرآن میں جنگی احکام کا یہ مطلب قطعی نہیں کہ جنگ کے حالات نہ ہوں تب بھی اہل ایمان جنگ کیلئے سرگرداں رہیں۔

ہاں، جب مجموعی حالات از خود جنگ و جدال کے متقاضی ہو جائیں تو پھر اہل ایمان کیلئے تلوار اٹھانا ضروری ہوگا۔ یہ اسی طرح ضروری ہوگا جس طرح کسی کیلئے دھرم یدھ ضروری ہوتا ہے اور کسی کیلئے کروسیڈ۔ اس طرح جہاد بمعنی قتال کبھی منسوخ نہیں ہوتا۔ اگر جہاد کے حالات پیدا ہو جائیں تو مسلمانوں کے اول الامر یا حکومت کی طرف سے جہاد کا اعلان ہوگا اور جہاد کے وہ تمام احکام و ہدایات نافذ ہونگے جو قرآن کریم میں موجود ہیں۔

جہاد بالسیف کے بیان میں بعض پرجوش احباب بار بار وہ حدیث پیش کر دیتے ہیں کہ جس میں کہا گیا ہے کہ جنت تلواروں کے نیچے ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں پہلے تو جنگ و جدال سے پرہیز کی ہی تلقین کی گئی ہے۔ اس کے بعد تمثیلی اسلوب میں بتایا گیا ہے کہ جنت تلواروں کے نیچے ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے۔

"رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! دشمن کے ساتھ لڑائی بھڑائی کی تمنا مت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو۔ ہاں، جب جنگ چھڑ جائے تو صبر اور ثابت قدمی اختیار کرو۔ او جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ ہماری مدد کر"۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر 3036,3025)

تاہم یہ ایک اہم نکتہ ہے کہ ہر شخص یا ہر گروہ جنگ و جہاد کا فیصلہ نہیں لے سکتا۔ جہاد بالسیف کے ساتھ یہ شرط ہے کہ حکومت وقت (اول الامر) کی طرف سے ایسا اعلان کیا جائے (حالانکہ اب عام لوگ تو جنگ میں حصہ نہیں لیتے، ہر ملک کے پاس اپنی اپنی فوجیں ہیں)۔ حکومت کی موجودگی میں فرد یا گروہ ایسے فیصلے نہیں لے سکتے۔ ایسا نہیں کہ کسی داعش یا کسی حقانی گروپ نے غزوۂ ہند کا اعلان کر دیا اور اس میں شامل ہونا لازم قرار پائے۔ دوسرے ملک سے معاملہ کرنے میں حکومتی سطح پر اعلان ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ جہاد نہیں بلکہ گوریلا جنگ اور دہشت گردی کا روپ اختیار کرے گا۔ یاد رہے جہاد خالص مذہبی امر (معرکہ حق و باطل) کا نام ہے نہ کہ جگہ، زمین، خود مختاری اور حکومت کیلئے جنگ۔

حقیقت یہ ہے کہ قدیم زمانہ پورے معنوں میں جنگ وجدال کا زمانہ تھا۔ قومیں اور قبیلے مستقل طور پر ایک دوسرے کے ساتھ حالت جنگ میں رہتے تھے۔ جنگ ایک نارمل حالت تھی اور امن ایک استثنائی صورت۔ اسی جنگی حالت میں اللہ تعالیٰ نے سرزمین عرب میں اپنے آخری نبی کو مبعوث فرمایا جس نے مشن توحید کے عظیم مقصد کو لے کر میثاق معاہدے اور کار نبوت کے ذریعے حالت جنگ کو حالات امن میں تبدیل کر دیا۔ تب سے لیکر آج تک امن ایک مستقل حالت کا نام ہے اور جنگ ایک استثنائی صورت کا نام۔ اب جب بھی وہ استثنائی صورت آئیگی تو قتال ہوگا، ورنہ پرامن اور نارمل حالات میں صرف دعوت و تبلیغ کا کام ہوگا۔ یہاں میں ان قرآنی ہدایات کو پیش کرونگا جو اہل ایمان سے نارمل حالات میں مقصود ہے۔۔۔

"اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے قتال نہیں کیا اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالا" (سورہ ممتحنہ۔ آیت 8)

نارمل ٹائم کی یہ آیت بھی دیکھیئے۔۔۔

"جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کا قتل کر دیا' اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی" (سورہ مائدہ۔ 32)

اور

"نیکی اور بدی یکساں نہیں۔ تم بدی کو نیکی سے دفع کرو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی دشمنی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے" (سورہ حم سجدہ 34)

اور

"تم ایک خیر امت ہو۔ نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران۔ 110)

جو لوگ قرآن کی جنگی ہدایات کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اسلام ایک تشدد آمیز مذہب ہے اور اس کے احکام تشدد کو بڑھاوا دیتے ہیں، وہ ذرا یہ بتانے کی زحمت کریں کہ دنیا میں وہ کون سا مذہب ہے جس کی کتاب میں جنگ کے احکام موجود نہیں ہیں۔ قدیم عہد جنگ وجدال کا عہد تھا۔ اس لئے ہر مذہب کی مذہبی کتب میں جنگ سے متعلق ہدایات پائی جاتی ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی کتاب مہابھارت تو

شروع سے آخر تک جنگ کی ہی داستان ہے۔ ویدوں میں بھی جنگ کے منتر ہیں۔ حتی کہ موجودہ اناجیل میں بھی قتال سے متعلق آیات موجود ہیں۔ تو کیا اس بنیاد پر دنیا کے تمام مذاہب کو تشدد آمیز مذہب قرار دیا جائیگا؟

موجودہ زمانے کا یہ ایک المیہ ہے کہ بعض عسکری تنظیمیں غلط تاویل کے ذریعے قرآنی آیتوں کو اپنے حق میں استعمال کرتی ہیں اور لوگ بھی قومیت کے جذبے سے سرشار ہو کر ان کی تائید کرتے ہیں۔ یہ ایک غلط روش ہے کہ غلط باتوں میں بھی اپنی قوم کے کسی گروہ کی تائید کی جائے۔ تعصب اسی کا نام ہے۔ ہمیں قرآنی آیتوں کے ذریعے ان تنظیموں کے غرض وغایت کو سمجھنا چاہیئے، نہ کہ ان کے ذریعے قرآنی آیتوں کو۔ دنیا جنت کا مقام نہیں۔ یہاں ہمیشہ کچھ لوگ تشدد' فساد اور جنگ وجدال کی طرف مائل رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ قرآن کے مطابق ایسے چھٹ پٹ حالات میں اہل ایمان کا کام اپنی استطاعت کی حد تک جنگ کو ناکام کرنا ہوگا، نہ کہ اس میں ملوث ہونا۔ (سورہ مائدہ، 64)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، روزہ دار جب وہ افطار کے وقت دعا کرتا ہے، عادل بادشاہ اور دعائے مظلوم، اللہ اس (دعا) کو بادلوں کے اوپر اٹھالیتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور رب فرماتا ہے: میری عزت کی قسم! میں ضرور تمہاری مدد کروں گا خواہ کچھ دیر سے ہو۔“

(مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر: 2249)



ذبح عظیم

(طاہرہ فاطمہ)

ذوالحجہ اسلامی سال وہ مہینہ جس کی دسویں تاریخ کو حضرت اسماعیلؑ کی قربانی اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش کی گئی۔اس مہینہ کا چاند نظر آتے ہی ہر دل میں اس عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جس کی مثال تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔یہ مہینہ اس جلیل القدر پیغمبر کی یادگار ہے جن کی زندگی شریعت مطہرہ، دلائل قاہرہ، آیات بینات، عظیم معجزات، ظاہری و باطنی، جسمانی وروحانی نعمتوں سے مالا مال، خداترسی و پاکبازی، صداقت و دیانت، شجاعت واستقلال، ذوق عبادت اور شب زندہ داری، سیم وزر سے بے پرواہی اور دنیا سے بے رغبتی اور قربانی کی عدیم المثال تصویر تھی یہ پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل علیہ السّلام ہیں۔

اللہ تعالی کی عطا کردہ ہر نعمت قابل قدر بھی ہے اور قابل تشکر بھی۔ مگر پیغمبرانہ رہنمائی، بہکی اور بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے ایک ایسا عطیہ ہے جس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا، ناممکنات میں سے ہے، اسی رہنمائی کے بغیر تاریخ انسانیت بحیثیت مجموعی بے رنگ ہے، حیوانیت کو انسانیت کا آہنگ اسی رہبر سے ملا ہے۔اگر یہ مشعل نہ ہوتی تو ہماری کائنات ہر اعتبار سے دھواں دھواں اور ہمارے روز و شب ہر لحاظ سے بے آبرو ہوتے۔ماضی اور حال میں اگر کہیں اخلاق کے قرینے، اعمال کے سلیقے، اقوال کے نگینے اور افکار کے خزینے نظر آتے ہیں تو وہ پیغمبروں کی رخشندہ سیر توں ہی کا فیض ہے۔یہی وہ الوہی تاب وتب ہے جس نے ہر دور کی بندگی کو شرمندگی سے بچا کر تابندگی عطا کی

ہے۔ کتنے ہی پیغمبر آئے مگر زمانہ ان کے کردار کی چمک اور افکار کی دمک کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اللہ سبحانہ وتعالی کے خلیل سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شمع شبستان وجود بن کر اس خاکدان ہستی کی تیرگیوں میں اس لازوال قربانی کی مثال پیش کی جسے اللہ تعالی نے دوام بخشا۔

سلسلہ انبیاء میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی داستان عزیمت بہت دلچسپ اور قابل رشک ہے۔ ان کے لیے اللہ کی راہ میں بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ایک بہت بڑی آزمائش تھی لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس آزمائش میں کیسے پورا اترے؟ قرآن کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ O فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ O فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ O فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ O وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ O قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ O إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ O وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ O (الصفت، 37: 100 107)

اے میرے پروردگار مجھ کو نیک بیٹا عطا فرما۔ پس ہم نے ان کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (اسمٰعیل) ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچے فرمایا اے میرے بیٹے، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم بھی غور کر لو کہ تمہارا کیا خیال ہے (اسمٰعیل نے بلا تردد) عرض کیا اے ابا جان (پھر دیر کیا ہے) جو کچھ آپ کو حکم ہوا کر ڈالئے (جہاں تک میرا تعلق ہے) آپ ان شاءاللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے (اللہ کا) حکم مان لیا اور (ابراہیم نے) ان کو ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے ان کو ندا دی کہ اے ابراہیم (کیا خوب) تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (بے شک باپ کا بیٹے کے ذبح کے لئے تیار ہو جانا) یہ ایک بڑی صریح آزمائش تھی (حضرت ابراہیم اس آزمائش میں پورا اترے) اور ہم نے ایک عظیم قربانی کو ان کا فدیہ (بنا) دیا۔

تبلیغ دین کا ہر راستہ دراصل انقلاب کا راستہ ہے اور شاہراہ انقلاب پھولوں کی سیج نہیں ہوتی۔ اس راستے میں باطل کے سیاہ اندھیرے اپنی تمام تر قہر سامانیوں کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، محلاتی سازشیں امت کا حلیہ بگاڑ دینے پر تل جاتی ہیں، شکوک و شبہات کے خوفناک اژدھے جگہ جگہ پھنکارتے دکھائی دیتے ہیں، ایمان وایقان کی سرسبز وادیوں کو دھول اڑاتے خشک ویرانوں میں تبدیل کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، عقابوں کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں لائے جاتے ہیں۔ جہالت کی تند و تیز آندھیاں علم کی شمع کو بجھانے لگتی ہیں۔ ایسے مایوس کن، ہمت شکن اور صبر آزما حالات میں رب العالمین اپنی حکمت بالغہ سے تکمیل تمدن اور اہتمام ہدایت کے آفتاب عالمتاب کے ذریعے عالمین کے ذرے ذرے کو مستنیر اور پتے پتے کو مستفید کرنے کا انتظام فرماتا ہے تاکہ انسانی تعلیم اور تکمیل، نسلی اور وطنی حد بندیوں سے آزاد ہو کر شرف انسانی کے ایک ہی مقام رفیع تک پہنچ جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حضور دعا گو ہیں کہ باری تعالیٰ مجھے ایک نیک، صالح اور پاکباز بیٹے سے نواز۔ دعائے ابراہیمی کو شرف قبولیت عطا ہوتا ہے، بارگاہ خداوندی سے شرافت و نجابت، لطف و لطافت، تطہیر و تعمیر، رشد و ہدایت کا پیکر اطاعت گزار بیٹا عطا ہوتا ہے جن کا نام اسماعیل رکھا جاتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کی آنکھوں کا نور، ان کی دیرینہ محبتوں اور چاہتوں کا مرکز اور ان کی آخری عمر کا سہارا بھی ہیں۔ باپ اور بیٹے کے درمیان اس بے پناہ محبت ہے اور اللہ رب العزت نے ارشاد فرماتے ہیں کہ ابراہیم! اپنے لخت جگر اسماعیل کو ہماری راہ میں قربان کرو۔

یہ مقام حیرت و استعجاب ہے کہ آج تک کسی انسان کی قربانی کا حکم نہیں دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر لیت و لعل سے بھی کام لے سکتے تھے اور اس کا قرینہ بھی تھا کیونکہ یہ حکم آپ کو خواب میں دیا گیا تھا لیکن دیکھیے پیغمبر کے ایمان و عمل کی رفعتیں! انہوں نے ایک لمحہ توقف کیے بغیر سارا ماجرا اپنے بیٹے اسماعیل کو سنایا لیکن انہیں حکم نہیں دیا بلکہ ان سے رائے پوچھی۔ قربان جائیں اس پیغمبر زادے کی ایمانی عظمتوں پر بھی جنہوں نے باپ کے خواب کو اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے سر تسلیم خم کر کے تاریخ انسانیت میں ذبیح اللہ کا منفرد اعزاز حاصل کیا۔

باپ بیٹے سے پوچھتا ہے بیٹا! بتا تیری کیا رائے ہے؟ اطاعت گزار بیٹا جواب دیتا ہے ابا جان! آپ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کیجئے آپ مجھے ان شاءاللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

اب آگے بڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے عشق میں اپنی گردن مبارک زمین پر رکھ دی، اور باپ نے چھری کو چلانا شروع کیا تو آسمان دنیا کے فرشتے پہلی دفعہ اطاعت خداوندی اور تسلیم و رضا کا یہ عالی شان منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ قریب تھا کہ چھری چل جاتی، لیکن اللہ کریم کی طرف سے ندا آئی:

وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ○ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ○ (سورۃ الصافات)

ابراہیم! تو نے اپنا خواب اور اللہ کا امر سچا کر دکھایا، ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزاء دیتے ہیں۔ یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا۔

حضرت ابراہیم نے وحی الٰہی سُن کر آنکھوں سے پٹّی کھول دی۔اور دیکھا جھاڑی کے قریب ایک مینڈھا موجود تھا۔آپ نے اللہ کا شکرادا کیا اور اُسے ذبح کیا۔اور یوں یہ سنت ابراہیمی قیامت تک ہر صاحب استطاعت پر واجب کر دی گئی۔

یہی وہ قربانی ہے جو اللہ ربّ العزّت کو اس قدر پسند آئی اور ایسی قبول و مقبول ہوئی کہ تا قیامت اس قربانی کو ملتِ ابراہیمی کا شعار قرار دے دیا گیا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي ٱلْآخِرِينَ O سَلَٰمٌ عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ O كَذَٰلِكَ نَجْزِي ٱلْمُحْسِنِينَ O إِنَّهُۥ مِنْ عِبَادِنَا ٱلْمُؤْمِنِينَ O

(سورۃ الصافات آیت 108 تا 111)

اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔سلام ہے ابراہیمؑ پر۔ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ O (سورۃ الکوثر آیت 2)

(اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو)

اسی لئے قربانی عیدالاضحی کا سب سے پسندیدہ عمل ہے۔اللہ کے نبی حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت تک اپنا قرب حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بنایا ہے۔قرآن مجید میں قربانی کا مقصد واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔سورہ الحج میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (سورۃ الحج آیت 37)

”اللہ تک تمہاری قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے“

یعنی اللہ تعالیٰ کی نظر نہ تو بندوں کی صورتوں کو دیکھتی ہے نہ ہی بندے کے مال، روپیہ پیسہ، سونے چاندی اور مکانات کو دیکھتی ہے بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ بندے کے دلوں میں چھپی ہوئی اس کی نیت کو دیکھتا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ قربانی کیا چیز ہے؟آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

یہ تمہارے والد حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہمیں اس میں کیا ملے گا؟آپؐ نے فرمایا:

ہر بال کے بدلہ ایک نیکی (ابن ماجہ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے دن بندوں کے تمام اعمال میں پسندیدہ ترین عمل جانور کا خون بہانا(قربانی کرنا) ہے اور بندہ قیامت کے دن اپنی قربانی کے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت حاضر ہو گا۔قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبول حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ خوش دلی سے قربانی کرو۔(ترمذی، ابن ماجہ)

عیدالاضحیٰ پر قربانی کرنا صرف سنت ابراہیمی کی یاد تازہ کرنا اور جانور کو قربان کرنے سے منسوب نہیں ہے بلکہ قربانی کا اصل معنی تو یہ ہے کہ اللہ کی ذات کی خاطر انسان اپنی سب سے قیمتی چیز کو قربان کرے۔قربانی کا مقصد تو اللہ کے احکامات کے سامنے جھکنے کی ہماری خواہش ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔

قربانی کا مقصد قربانی کی وہی روح، ایمان کی وہی کیفیت اور خالق کائنات کے ساتھ محبت اور وفاداری کی وہی شان پیدا کرنا ہے جس کا مظاہرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے۔

قربانی کا مقصد اللہ کا تقرب، اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔

قربانی کا مقصد یہی ہے کہ رب کی رضا کے لئے زندگی جئیں، گزاریں اپنے خالق کی خوشنودی کے لئے، جہاں رہیں جس حال میں رہیں اسلام کے سچے وفادار بن کر رہیں، ہر لمحہ اطاعت الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزاریں۔

لیکن آج کا انسان قربانی کا مقصد اور قربانی کے واقعے کو بھول چکا ہے۔اصل قربانی تو باپ بیٹے کی گفتگو تھی، دنبہ کی قربانی تو اس کا فدیہ تھا، افسوس ہمیں دنبہ یاد رہا گفتگو یاد نہ رہی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں سنت ابراہیمی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!



اکلوتے بیٹے کا قتل

(رعنا دلبر)

بنوامیہ نے جب 132 ہجری میں شکست کھائی، تو ایک نوجوان تھا عبدالرحمن بن معاویہ بن ولید بن عبدالملک، یہ دھکے کھاتا ہوا اندلس پہنچ گیا۔ اس کے بعد 137 ہجری میں وہاں اس نے ایک حکومت کی بنیاد رکھی، جو پھر سات سو سال تک چلی، اس کے خاندان نے کوئی 250 سال تک حکومت کی، پھر مختلف خاندان آتے گئے اور حکومت کرتے رہے۔

اسی حکومت کا ایک بادشاہ گزرا ہے منذر، اس کا اکلوتا بیٹا ولی عہد تھا، اس نے ایک یہودی کو قتل کر دیا۔ کیس عدالت میں گیا، اس نے ورثاء کو منہ مانگے پیسے دے کر خون بہا ادا کر دیا اور جج نے ورثاء کے پیسے لینے کے مطابق فیصلہ کر دیا۔

یہ عدالتی کاروائی صبح جب بادشاہ کے سامنے گئی، اس نے پڑھا، اپنے بیٹے کا فیصلہ پڑھا، تو اس نے سب کے سامنے کہا کہ: اس کیس کا فیصلہ سب کے سامنے دربار عام میں ہوگا۔

دربار عام ہوا، یہودی کے ورثاء بلائے گئے، اپنے خاندان کو بلایا، عوام کو بلایا، خود منبر پر کھڑا ہوا اور کہا: لوگو! میں کسی کے لئے غلط سنت جاری نہیں کرنا چاہتا کہ بادشاہ کی اولاد حکومت کے تکبر میں رعایا کو قتل کرے اور مال کے زور پر اپنی جان بچائے۔ میں یہ بری عادت اپنے پیچھے نہیں چھوڑنا چاہتا، بطور چیف جسٹس، میں جج کے اس فیصلے کو کالعدم قرار دیتا ہوں، میں اس کے قتل کی سزا کو بحال کرتا ہوں۔

پھر کہا: بیٹا یہ سزا میں ہی انجام دوں گا، مجھے پتہ ہے تیرے بعد، میں بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور تیری ماں کو بھی بڑا دکھ ہوگا، لیکن مجھے تجھ سے زیادہ اللہ کا حکم پیارا ہے۔

اور تخت سے نیچے اتر کر اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا اور پھر دو ہفتے تک اس کو نیند نہیں آئی، چھتوں کو دیکھتا رہا اور 42 سال کی عمر میں خود بھی انتقال کر گیا۔ (اللہ کے راستے کی حیرت انگیز کارگزاریاں، ص: 143)





چالیس 40 بلائیں جن سے اللہ بچائے

(نامعلوم)

ایسی چالیس 40 بلائیں جن سے نبی کریم ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ منَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَالْقَسْوَةِ وَالْغَفْلَةِ وَالْعَیْلَةِ وَالذِّلَّةِ والْمَسْکَنَةِ

اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتاہوں عجز سے اور کاہلی سے اور بزدلی سے اور بخل سے اور بڑھاپے سے اور دل کی سختی سے اور غفلت سے اور تنگدستی سے اور ذلت سے اور محتاجگی سے

وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَالْفُسُوْقِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَالسُّمْعَةِ وَالرِّیَاءِ

اور میں آپ کی پناہ چاہتاہوں فقر سے اور کفر سے اور شرک سے اور فسق سے اور بدبختی سے اور منافقت سے اور ریاکاری سے اور دکھاوے سے

وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الصَّمَمِ وَالْبُکْمِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَالْبَرَصِ وَسَیِّئِ الْاَسْقَامِ

اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں گونگے پن سے اور بہرے پن سے اور پاگل پن سے اور کوڑھ سے اور برص سے اور بری بیماریوں سے

وَاَعُوْذُبِک مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَهْرِالرِّجَالِ

اور میں آپکی پناہ چاہتا ہوں قرض کے غلبے سے اور لوگوں کی زیادتی سے

وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ

اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں گناہوں سے اور دھوکے سے

وَاَعُوْذُبِک مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَ تَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَ فُجَاءَةِ نِقْمَتِکْ وَجَمِیْعِ سَخَطِکْ

اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں آپ کی نعمتوں کے زائل ہونے سے اور آپ کی عافیت کے چھن جانے سے اور اچانک آپ کی سزا کے آجانے سے اور آپ کی تمام ناراضگی سے

وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَکِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ

اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں بلاؤں کے آجانے سے اور بدبختی کے پاجانے سے اور برے فیصلے سے اور دشمنوں کے شر سے

وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ

اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ڈوبنے سے اور جلنے سے

وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سُوْءِ الْاَخْلَاقِ

اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں برے اخلاق سے

وَأعُوْذُبِكَ مِنْ إمْرَئَةٍ تُشَيِّبُنِيْ قَبْلَ الْمَشِيْبِ

اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی عورت سے جو مجھے بوڑھا کر دے بڑھاپے سے پہلے۔

ان دعاؤں کو دوسروں تک پہنچایئے تاکہ اللہ کسی کی زندگی کو آپ کے ذریعے بدل دے۔

تقبل الله منا ومنكم صالح الأعمال



كل عام وأنتم بخير

 www.algazali.org

 algazali.org1

 algazaliorg1